جنگی جرائم اسلام اور بین الاقوامی قوانین کے تناظر میں

The War Crimes in the Light of Islam and International Laws
A Comperative Study

ڈاکٹر محمود سلطان کھوکھر*
محمد حسین آزاد**

Abstract:

In ancient and modern era wars, such war crimes are committed which are against humanity and peace. The war crimes committed were only for power pelf and pomp. The continuation of those war crimes is still present in modern time wars. Islam has introduced a very civilized, meaningful and judicious way for war fare against enemy and also eradicated all kind of war crimes .

جنگی جرائم کی تعریف

جنگی جرائم سے مراد وہ افعال ہیں جو قانون (Jus Contra Bellum) کے مطابق جرائم شمار کیے گئے ہیں۔[۱]

نیور مبرگ ٹرائل رپورٹ ۱۹۵۰ء کے مطابق ''جنگی جرائم سے مراد جنگ کے قوانین اور ضابطوں کی خلاف ورزی ہے اور یہ قتل و غارت گری، ناروا سلوک، سول آبادی یا مفتوحہ علاقے کی تباہی و بربادی، جنگی قیدیوں کے قتل، یرغمالیوں کے قتل، لوگوں کی جائیداد کی لوٹ مار، اور شہروں، قصبوں، دیہاتوں کی تباہی و بربادی تک محدود نہیں ہے۔''[۲]

War crime, according to international law are serious violation of the laws or customs of war as defined by international customary law and international treaties. For example, the Lieber Code held that it was a "serious breach of law of war to force the subjects of the enemy into service for the victorious government and prohibited wanton violence committed against persons in the invaded country, "including rape, maiming and murder, all of which carried the penalty of death.".

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔
** ایم۔ فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔

''بین الاقوامی مروجہ قانون اور بین الاقوامی معاہدات کی رو سے جنگی قوانین اور ضابطوں کی سنگین خلاف ورزی کو جنگی جرائم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر لائبر کوڈ کے مطابق یہ جنگی قوانین کی سنگین پامالی تھی کہ فاتح حکومت مفتوحین کو اپنی خدمت پر مجبور کرے اور ممنوعہ تشدد کو روا رکھے۔ اس کے علاوہ عصمت دری، مثلہ، قتل و غارت گری جن کی سزا موت ہے بھی شامل تھے۔''[3]

انسان جب سے اس دنیا میں آباد ہوا ہے۔ اسی وقت سے انسانی معاشرہ جنگوں کی آماجگاہ بنا رہا ہے۔ انسانی تاریخ کا کوئی دور جنگوں کے حالات اور انسانوں کے باہمی اختلافات سے خالی نہیں اور انسان کی یہ کوشش بھی ہمیشہ رہی ہے کہ جنگ و جدل اور اختلاف کو کچھ حدود و قیود کا پابند کیا جائے لیکن ہمیشہ ہی اخلاقی ضابطوں اور قوانین کو پامال کیا گیا اور ایسے سنگین جرائم کا ارتکاب کیا گیا جن کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اسلام نے آکر جنگ و جدل اور اختلافات کو کچھ حدود قیود کا پابند بنایا اور اس کے پیروکاروں نے ہمیشہ ان اعلیٰ اخلاقی اقدار کا پاس رکھا ہے اور رہتی دنیا کیلئے لازوال مثالیں چھوڑی ہیں۔ بین الاقوامی طور پر بھی امن و سلامتی کیلئے مختلف نوعیت کے معاہدات اور کنونشنز منعقد ہوئے ہیں۔ جن میں مختلف قوانین کو ترتیب دیا گیا ہے۔ لیکن ہمیشہ ہی ان قوموں نے اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین کی سنگین خلاف ورزی کی ہے اور ایسے جرائم کا ارتکاب کیا ہے کہ الامان والحفیظ۔

ویسے تو تاریخ انسانی کے اوراق جنگی جرائم سے بھرے پڑے ہیں لیکن مختصراً عہد قدیم، عہد وسطیٰ اور عہد جدید کے چند جنگی جرائم کا تقابل اسلام اور بین الاقوامی قانون سے کیا جاتا ہے۔

۱۔ **مُثلہ**:

قدیم عربوں کیلئے جنگ اور خونریزی بہت پسندیدہ بات تھی لوٹ مار اور غارت گری ان کا پیشہ تھا۔ جنگوں کے دوران شدید نوعیت کے جنگی جرائم کا ارتکاب کیا جاتا تھا ان انسانیت سوز جرائم میں سے ایک جرم مُثلہ بھی ہے۔ دشمن کی نعشوں کی بے حرمتی، دشمن کے ناک، کان اور دیگر اعضاء کی قطع و برید، دشمن کے دل اور جگر وغیرہ کو چبانا اور کھوپڑی میں شراب پینا ان کے پسندیدہ مشاغل تھے۔[4]

قدیم عربوں کی طرح قدیم ایرانی جرائم کی بھی ایک طویل فہرست ہے۔ جنگی قیدیوں کو جنگلی جانوروں سے پھڑوا دیتے تھے۔ قتل کرکے انسانوں کی کھال کھنچوانا اور جیتے جی انسانوں کی کھال کھنچوانا ان کیلئے معمولی بات تھی۔[5]

قدیم عربوں اور قدیم ایرانیوں کی طرح قدیم ہندوستانی بھی جنگی جرائم کے ارتکاب میں ان سے کم نہ تھے۔ زندہ آدمی کی کھال کھینچنا، اس کے جسم کی بوٹی بوٹی کرنا، اعضاء کی قطع و برید، درندوں سے پھڑوانا، جانوروں کی کھالوں میں سی دیناان کے معمولات میں شامل تھے۔[٦]

عہد وسطی میں بھی عہد قدیم کی طرح مثلہ کی رسم باقی رہی۔ مثلاً سقوط یروشلم کے دوران انسانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا گیا۔ شہر کی گلیوں میں انسانی سروں، ہاتھوں اور پیروں کے ڈھیر لگ گئے۔ ہیکل سلیمانی میں خون گھڑسواروں کے گھٹنوں تک جا پہنچا تھا۔ انسانی اعضاء خون میں تیر رہے تھے۔[٧]

سقوط بغداد کے دوران ۱۲۵۸ء میں تاتاریوں نے قتل و غارت گری میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ بغداد شہر میں لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ایک مسلمان امیر کے جسم کی بوٹیوں کو اسی کے منہ میں ٹھونسا گیا۔ کئی جگہ لوگوں کو اپنا ہی گوشت کھانے پر مجبور کیا گیا۔[٨]

تیمور کو انسانی کھوپڑیوں کے مینار بنا کر خوشی ملتی تھی۔ اس نے ایران، افغانستان، ہندوستان اور عراق میں بغداد پر حملوں کے دوران لاکھوں انسانی کھوپڑیوں کے مینار بنوائے۔[٩]

عہد جدید میں سقوط ڈھاکہ کے دوران ماؤں کو اپنے بچوں کا لہو پینے پر مجبور کیا گیا۔ تشدد، اذیت، آنکھیں نکالنے، اعضاء کی قطع و برید اور عورتوں کی چھاتیاں کاٹنے جیسے المناک واقعات عام تھے۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرکے نوزائیدہ بچوں کو بھی پاش پاش کیا گیا۔[١٠]

صلیب پرست سربوں نے ۱۹۹۱ء میں بوسنیا کے مسلمانوں کا ان کے گھروں اور مسجدوں میں مثلہ کیا عورتوں کے سینوں کو کاٹا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ چیر کر بچوں کا مثلہ کیا۔ مردوں کے نازک اعضاء کو کاٹا اور کبھی ان کو کھولتے پانی میں ڈالا جاتا اور کباب کی طرح بھون دیا جاتا۔[١١]

۹/۱۱ کے بعد برما کے مسلمانوں کی نسل کشی کے دوران بودھوں نے بھی لاشوں کے مثلہ میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔[٢١]

اسلام نے دشمن کی لاشوں کی بے حرمتی اور مثلہ کو سختی سے منع کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم فوجوں کو روانہ کرتے وقت جو ہدایات دیا کرتے تھے ان میں خاص تاکید فرماتے کہ ''ولا تغدروا، ولا تمثلو ولا تقتلو ولیدا'' ''دھوکہ بازی نہ کرو، مثلہ نہ کرو، بچوں کو قتل نہ کرو''۔[١٣]

بین الاقوامی عرف کی رو سے بھی Dum Dum Bullet دَم دَم گولی کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ گولیاں بھی مثلہ کی طرح انسانی جسم کی چیر پھاڑ کر دیتی ہیں۔[١٤]

۲۔ عصمت دری:

قدیم عرب کے نزدیک مفتوح قوم کی عورتوں کو بے حرمت کرنا، ان کو بے پردہ کرنا، بے دریغ عصمت دری اور ان کی تحقیر و تذلیل کرنا فاتح کیلئے قابل فخریات تھی۔[۱۵]

صلیبی حملوں کا سلسلہ تقریباً ساڑھے تین سو سال جاری رہی۔ صلیبی جہاں جاتے تھے وہاں قتل و غارت گری، عصمت دری اور تباہی و بربادی میں کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے۔ ۱۲۱۸ء میں تاتاریوں نے خوارزم شہر کی عورتوں کے لباس اتروا کر ان کا آپس میں مکوں کا مقابلہ کروایا اور پھر ان کو تلواروں سے شہید کر دیا۔[۱۷]

۱۴۹۲ء میں سقوط غرناطہ کے دوران اونچے گھرانوں کی مستورات، بیواوں اور شادی شدہ عورتوں کی بے حرمتی کی گئی انہیں نیلام کیا گیا اور ذبح بھی کیا گیا۔[۱۸]

عہد جدید میں جاپان میں دوسری جنگ عظیم کے دوران ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی کے بعد جنگ کے اختتام پر ایک انتہائی مہلک اور تباہ کن بم جنرل میکارتھر کی صورت میں پہنچا۔ اس کی وجہ سے عورتیں، جوان لڑکیاں رسوائی، بے آبروئی کے اس لرزہ خیز اور روح فرسا دور سے گزریں جس کے تصور سے آج بھی روح کانپ اٹھتی ہے۔[۱۹]

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران انگریز فوجوں نے دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجائی تو یہ انسان نما جانور عورتوں کی عصمت دری ان کے گھر والوں کے سامنے کرتے تھے۔ ہزاروں عورتوں نے کنوؤں میں ڈوب کر اپنی عزت بچائی۔[۲۰]

امریکہ کی بے حسی کی وجہ سے سربوں نے بوسنیا میں عصمت دری کے کیمپ قائم کیے۔ عورتوں کی عصمت دری ان کے خاندان کے لوگوں کے سامنے کی جاتی تھی۔ معصوم چار یا پانچ سال کی بچیوں کو بھی ہوس کا نشانہ بنایا گیا۔ عصمت دری کے بعد ان کی کھوپڑیاں پھوڑ کر زندہ ہی گہری کھائیوں میں پھینک دیا جاتا[۲۱]۔

اسلام نے مفتوح قوم کی عورتوں کی عصمت و عزت کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام کیا ہے اور عصمت دری اسلام کی نگاہ میں جرم عظیم ہے۔ لونڈیوں کی تقسیم سے پہلے ان سے قربت کرنے کو زنا شمار کیا گیا ہے اور جماع کیلئے اسے ایک ماہ انتظار کرنا پڑے گا۔ البتہ اسے آزاد کرکے نکاح بھی کیا جاسکتا ہے۔[۲۲]

بین الاقوامی قوانین لائبر کوڈ، ہیگ کنونشنز اور جینوا کنونشنز میں جنگ کے دوران عصمت دری Rape کو جنگی جرم تسلیم کیا گیا ہے۔

Violation of the prohibition of rape and other forms of sexual violence have been widely condemned by states and international organization. [23]

۳۔ اسیران جنگ سے سلوک:

عہد قدیم میں عرب میں جنگی قیدیوں سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا اور بسا اوقات جذبۂ انتقام میں ان کو انتہادرجہ کی اذیتیں دے دے کر مارا جاتا تھا۔ جنگ اُوارہ کا واقعہ مشہور ہے کہ بنی شیبان کے جتنے اسیران منذر بن امراو القیس کے قبضہ میں آئے ان سب کو کوہ اُوارہ کی چوٹی پر بٹھا کر قتل کرنا شروع کیا اور کہا کہ جب تک ان کا خون بہہ کر پہاڑوں کی جڑ تک نہ پہنچ جائے گا قتل کا سلسلہ بند نہ کروں گا۔ [24]

قدیم روم میں یہ قانون تھا کہ لاتعداد قیدیوں کو سکھلائے ہوئے درندوں کے سامنے چھوڑ دیا جاتا تھا اور ان کا مقابلہ کروایا جاتا یہ ان کی پسندیدہ تفریح تھی اور کبھی قیدیوں کو درختوں سے باندھ کر ان کے اوپر نشانہ بازی کے تجربات کیے جاتے تھے اور وہ مر جاتے تھے۔ [25]

تیمور نے ۱۳۸۳ء میں سیستان کا رخ کیا اس دوران ۲ ہزار افراد گرفتار ہوئے ان کو چونے اور مٹی میں زندہ گاڑ دیا گیا اور ان پر منارے کھڑے کر دیئے اس کے بعد کٹے ہوئے انسانی سروں کے مینار بنائے گئے۔ [26]

بین الاقوامی انسانی حقوق کا شور و غل بلند کرنے والوں نے عہدِ جدید میں قیدیوں سے ایسا ظالمانہ اور سفاکانہ رویہ اختیار کیا کہ الامان والحفیظ۔ ۱۹۹۵ء-۱۹۹۲ء کے دوران سربوں نے بوسنیائی مسلمان قیدیوں کے سروں کو ٹریکٹر کے ریڈی ایٹر کے ذریعے پاش پاش کیا ایک قیدی کے اعضاء اور گوشت کاٹ کر دوسرے کو کھانے پر مجبور کیا جاتا قیدیوں کو برہنہ کرکے ان کے اوپر آگ پھینکی جاتی اور ڈرل مشین کے ذریعے قیدیوں کے سینوں میں سوراخ کئے جاتے۔ [27]

۱۹۶۸ء میں اسرائیلیوں کی طرف سے فلسطینی قیدیوں کو دوران تفتیش سفاکانہ مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے جسموں کو سگریٹ سے داغا جاتا، اعضائے مخصوصہ پر راڈ لگائے جاتے۔ آنکھوں پر پٹی کئی دن تک بندھی رہتی۔ کتوں سے کٹوایا جاتا۔ برقی جھٹکے لگائے جاتے۔ خواتین قیدیوں کو برہنہ کرکے ان پر تشدد کیا جاتا تھا۔ [28]

بگرام جیل اور گوانتانا موبے جیل میں قیدیوں کو سور کا گوشت کھانے کو دیا جاتا۔ قیدیوں کے سروں کو پانی میں ڈبویا جاتا۔ الیکٹرک چیئر پر بٹھایا جاتا۔ زہریلے ٹیکے لگائے جاتے، قیدیوں پر مرچوں کا محلول پھینکا جاتا۔ نعوذ باللہ قرآن مجید کو قیدیوں کے سامنے پیروں سے روندا جاتا۔ [29]

۲۰۰۳ء میں عراق کے معصوم اور بے گناہ شہریوں کو ابو غریب جیل میں برہنہ کرکے ان کے نازک اعضاء پر کرنٹ لگایا جاتا۔ مردوں کے منہ پر عورتوں کے انڈرویئر چڑھائے جاتے۔ کتوں کے پٹے گلے میں ڈال کر گھسیٹا جاتا۔ غلاظت کھانے پر مجبور کیا جاتا، ایک دوسرے سے شرمناک فعل کرنے پر مجبور کیا جاتا۔ [۳۰]

اسلام میں جنگوں کے دوران دشمن کے جتنے افراد قیدی بنتے ان سے حسن سلوک کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ ان سے ایسا سلوک روا رکھا جاتا تھا کہ بعض قیدی مسلمان بھی ہو جاتے تھے۔ قیدیوں کے قتل کو منع کیا گیا۔ اسلام میں قیدی عورتوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی اعلیٰ مثالیں قائم کی گئیں۔ بین الاقوامی قانون میں بھی قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ قیدیوں کے ساتھ سلوک کے معاملے کو ہیگ کنونشن ۱۹۰۷ء اور جنیوا کنونشنز ۱۹۲۹ء اور ۱۹۴۹ء میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس اس قانون پر آج تک عمل درآمد نہیں ہوا جیسا کہ مذکورہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے۔ [۳۱]

٤۔ عبادت گاہوں کی بے حرمتی:

غیر قوموں نے جنگ کے دوران ہمیشہ عبادت گاہوں کے تقدس کو پامال کیا ہے۔ ان کو جلایا ہے، ڈھایا ہے اور ان کے اندر غیر شرعی افعال کا ارتکاب کیا ہے۔ مثال کے طور پر

☆ خسرو پرویز نے ۶۴۵ء میں بیت المقدس فتح کرکے نوے ہزار انسانوں کا قتل عام کیا۔ عبادت گاہوں کو جلایا پھر اس کے جواب میں ہرقل نے ایران پر حملہ کیا تو ارمیان کو صفحہ ہستی سے مٹا کے رکھ دیا۔ [۳۲]

☆ ۱۳۲ھ میں بنو امیہ کے قتل عام کے دوران دمشق کی جامع مسجد کو اصطبل بنایا گیا قبروں کو اکھیڑ کر لاشوں کو کوڑے مارے گئے۔ لاشوں کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ ان کے اوپر چمڑے کے دسترخوان لگاکر کھانے کھائے گئے۔ [۳۳]

☆ ۱۲۲۰ء میں چنگیز خان نے بخارا کی جامع مسجد کی بے حرمتی کی، قرآن مجید کے بکسوں میں گھوڑوں کو چارا ڈالا، شہر لوٹ کر اسے آگ لگادی، حاکم شہر کے کانوں میں پگھلا ہوا تانبا ڈلوایا گیا جس سے وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ [۳٤]

☆ چنگیزی لشکر نے لائبریریوں کو گھوڑوں کا اصطبل بنایا۔ قرآن مجید کے مقدس اوراق کو گھوڑوں کے سموں کے نیچے روندا۔ مسجد میں شراب نوشی کی گئی اور عورتوں کی عصمت دری ان کے رشتہ داروں کے سامنے کی گئی۔ [۳۵]

☆ ۱۵۶۸ء میں رام راج نے احمد نگر پر چڑھائی کی۔ مساجد میں خنزیر کاٹے گئے۔ ان کو گھوڑوں کا اصطبل بنایا۔ قرآن مجید جلائے گئے۔[۳۶]

اسلام عبادت خانوں کی حرمت پامال کرنے کی اجازت نہیں دیتا چاہے وہ کسی بھی دین ومذہب کے پیروکار کے معبد ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ " وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا" سورۃ الحج: ۴۰

"اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی جہاں اللہ تعالیٰ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے سب ڈھائے جا چکے ہوتے۔"[۳۷]

بین الاقوامی قانون کے مطابق ایسی پابندیاں عائد کی گئی ہیں کہ جن کے مطابق فتح شدہ شہر پر کوئی بمباری نہ کی جائے۔

ہسپتالوں اور عبادت گاہوں کی بے حرمتی نہ کی جائے اور شہر پر کاروائی سے پہلے اسے نوٹس دیا جائے۔[۳۸]

۵ . عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا قتل:

قدیم عرب جب اسیر ان کو قتل کرتے تھے تو عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کرتے تھے اور آگ میں جلا دیتے تھے۔ بچوں کو نشانہ لے کر تیروں سے ہلاک کرتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔[۳۹]

☆ Will Durant کے مطابق سقوط یروشلم کے دوران عورتوں کو خنجروں سے ہلاک کیا گیا۔ شیر خوار بچوں کو کھمبوں سے ٹکرا کر ان کی گردنوں کو توڑا گیا۔ یہودیوں کو ان کے کنیسہ میں زندہ جلایا گیا۔[۴۰]

☆ ۱۱۵۴ء میں ترکان غزنے نیشا پور کو عورتوں، بچوں اور علماء و صلحا کی لاشوں سے بھر دیا۔ لائبریریوں کو جلادیا اور باغات اور کھیتوں کو اُجاڑا۔[۴۱]

☆ ۱۲۵۸ء میں ہلاکو نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا قتل عام کیا گیا۔ ہر طرف خون کے پرنالے جاری ہوئے اور لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔[۴۲]

☆ عہد جدید میں ۱۸۲۱ء میں یونانیوں نے ترکوں کا قتل عام شروع کیا، عورتوں، مردوں اور بچوں کو قتل کیا گیا۔ مائیں شیر خوار بچوں کو سینوں سے لگائے اپنی برہنگی چھپانے کیلئے سمندر میں کود پڑتی تھیں۔ انہیں گولیوں کا نشانہ بنایا جاتا اور بچوں کو چھین کر چٹانوں سے ٹکرا دیا جاتا تھا۔[۴۳]

☆ ۱۹۴۷ء میں ستر لاکھ مہاجرین گرتے پڑتے پاکستان پہنچے، انہوں نے معصوم بچوں کا قتل، لاشوں کی قطع و برید اور عورتوں کی بے حرمتی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی[۴۴]

☆ برما میں ۹/۱۱ کے بعد مسلمانوں کی نسل کشی میں تیزی آئی۔ لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ نوجوانوں کو گرفتار کرکے انہیں درختوں کے ساتھ باندھا جاتا ان کے ہاتھوں میں کیل ٹھونکے جاتے۔ مثلہ بھی کیا جاتا۔[۴۵]

اسلام میں فوجوں کی روانگی کے وقت جنگی برتاو کے متعلق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم خاص ہدایات سے بہرہ مند فرماتے۔ ان ہدایات پر بعد میں خلفائے راشدین عمل پیرا رہے۔ خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر کے ساتھ یزید بن ابی سفیان کو روانہ کیا اور درج ذیل ہدایات دیں۔

عورتوں کو مت مارنا، بچوں کو نہ مارنا، بوڑھوں کو نہ مارنا، پھل دار درخت نہ کاٹنا، کسی بستی کو نہ اُجاڑنا وغیرہ۔ اسلام نے جنگ کو تمام وحشیانہ افعال سے پاک کر دیا تھا۔[۴۶]

بین الاقوامی قانون نے بھی ایسے افراد جو جنگ میں حصہ نہیں لیتے کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔

International law determines that the citizens who are not regular members of an army are not considered as fighters, and hence should not be inflicted with harm.[۴۷]

۶۔ کیمیاوی گیس و ممنوعہ ہتھیار:

☆ ارتھ شاستر عہد قدیم کے ہندوستان کی پرانی قانون کی کتاب ہے۔ اس میں دشمن کو ختم کرنے کیلئے انتہائی مہلک تراکیب کو بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر دشمن کے علاقے میں زہریلی اشیاء کی فروخت، نابینا سانپوں، چھپکلی، پوتی کیٹ اور گومار کو پیس کر مہلک دھواں چھوڑنا وغیرہ۔[۴۸]

☆ عہد جدید میں جنگ عظیم دوم کے دوران دنیا گیس کی ان بڑی بڑی بھٹیوں کو دیکھ کر حیران رہ گئی جہاں مظلوموں کی لاشوں کے ڈھیر پڑے تھے۔[۴۹]

☆ عراق نے کردوں کے خلاف نیپام بم، کیمیائی بم اور زہر آلودہ گیسوں کا استعمال کیا۔ لاکھوں کی تعداد میں عورتیں، بچے، بوڑھے، گھروں اور بازاروں، سڑکوں، سکولوں اور ہسپتالوں میں ایسے مار دیئے گئے جیسے اسپرے کرکے حشرات الارض کو ختم کر دیا گیا ہو۔[۵۰]

☆ امریکہ نے افغانستان پر حملے کے دوران ۵ لاکھ سے زیادہ بم گرائے اور کارپٹ بمبنگ کے علاوہ ڈیزی کٹر کو بے دردی سے استعمال کیا اس بم کی وجہ سے ایک آتشیں ہیولہ پیدا ہوتا ہے اور وہ ڈیڑھ کلومیٹر کی رینج میں ہر چیز کو جلا دیتا ہے۔[۵۱]

☆ ۱۹۸۴ء میں بھارتی فوج نے سکھوں کا قتل عام کیا اور اکال تخت پر زہریلی گیس کے کنستر پھینکے۔ گیس سے اگر کوئی بچ نکلتا تو اسے گولیوں سے بھون دیا جاتا تھا۔ بند کمروں پر ہینڈ گرینڈ اور زہریلی گیس کے بم استعمال کیے گئے۔[۵۲]

☆ سربوں نے بوسنیا کے خلاف زہریلی Gases کے چیمبرز بنائے ان میں بیک وقت دو ہزار ہلاک کئے جا سکتے تھے۔[۵۳]

☆ انٹرنیشنل قانون کی رو سے زہریلی گیس کا استعمال ہیگ کانفرنس منعقدہ ۱۸۹۹ء کے فیصلے کے خلاف ہے۔ ۱۹۳۰ء کے تخفیف اسلحہ کے معاہدے میں زہریلی گیس کے استعمال کو واضح طور پر ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ البتہ ادلے کے بدلے اور جوابی کاروائی کے طور پر بین الاقوامی قانون میں اس کی اجازت ہے۔ اسلامی اصولوں میں بھی اس کے استعمال کی گنجائش ملتی ہے۔ لیکن یہ کاروائی اسلامی قوانین سے مطابقت نہیں رکھتی۔[۵۴]

Whereas the use in war of asphyxiating, poisonous or other gases, and of all analogous liquids, materials or devices, has been justly condemned by the general opinion of the civilized world.[۵۵]

۷۔ پھانسیاں:

دور جدید نے جنگ کے دوران دشمن کو ختم کرنے کے نت نئے طریقے متعارف کروائے ہیں اور ان پر عمل درآمد بھی کیا ہے۔ مثلاً پھانسی کا عمل۔

☆ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران دہلی میں پھانسیوں کے گھاٹ قائم کیے گئے۔ رسّہ درخت میں باندھ کر پھندا بے گناہوں کے گلوں میں ڈال کر اسے کافی دیر تک تڑپنے کیلئے چھوڑ دیا جاتا تھا۔[۵۶]

☆ پھانسی پانے والوں کو ہاتھی پر سوار کرکے درخت کے نیچے لایا جاتا اس کے گلے کو درخت کی شاخ سے مضبوطی سے باندھ دیا جاتا اور ہاتھی کو نیچے سے ہٹا دیا جاتا اس طرح انتہائی تکلیف سے جان نکلتی تھی اور انسانی جسم انگریزی ہندسے ۸ یا ۹ کی شکل بن جاتے تھے۔ پھانسی سے قبل ان کے جسم پر سور کی چربی ملی جاتی تھی۔[۵۷]

☆ پھانسی سے ملتا جلتا عمل ایئر ٹائٹ کنٹینرز میں بند کرکے لوگوں کو ہلاک کیا گیا۔ افغانستان میں دوستم کے کارکن قیدیوں کو Containers میں بند کر دیتے۔ اکثر قیدی کنٹینرز میں ہی دم توڑ جاتے یہ کنٹینرز چلتی پھرتی قبریں تھی۔[۵۸]

☆ اٹالین نے لیبیا میں اپنی آمد کے موقع پر تقریبا ۲۰ ہزار افراد کو پھانسی دی۔ ان میں اکثر خواتین کو برہنہ کرکے پھانسی پر لٹکایا۔ اطالوی فوجیوں نے عورتوں کی عصمت دری بھی کی۔[۵۹]

اسلام نے دوران جنگ اپنے پیروکاروں کو ایسے وحشیانہ افعال سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ کیونکہ اسلام میں جنگ کا مقصد دشمن کو کم سے کم نقصان پہنچا کر شر سے دور کرنا ہے۔ بین الاقوامی قانون جنیوا کنونشن ۳ منعقدہ ۱۹۴۹ء میں جنگی قیدیوں کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔

Under the jurisdiction of military law, summary execution is still illegal in almost all major treaties such as Geneva Convention and Hague Convention.[۶۰]

نتائج:

انسانوں نے ہمیشہ جنگ کے مختلف مراحل کو قواعد و ضوابط کا پابند کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن تاریخی حقائق سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسانوں نے اپنے بنائے ہوئے قوانین کی کبھی پاسداری نہیں کی۔ اس کے برعکس اسلام نے انسانوں کو ایسا قانون جنگ دیا ہے۔ جس کو ایک بالاتر قوت نے وضع کیا ہے۔ مسلمانوں کو کبھی ان قوانین میں ترمیم کا اختیار نہیں دیا گیا لیکن اگر مسلمانوں کی طرف سے کبھی ان قوانین کی خلاف ورزی بھی ہو تو اسلامی قانون نہیں بدلتا۔

آج کل بین الاقوامی قانون کو بہت اہم سمجھا جاتا ہے لیکن یہ ناپائیدار اور ناقابل اعتماد ہے۔ قومیں اپنے اغراض و مقاصد کے تحت ان قوانین میں ردّوبدل کرتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قوانین کو ترتیب تو دیا جاتا ہے لیکن ان قوموں کے فوجی گروہ ان کو تسلیم نہیں کرتے اور اصل قانون جنگ وہ ہوتا ہے جس کو فوجیں میدان جنگ میں وضع کرتی ہیں۔

گزشتہ مباحث پر نظر ڈالنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مغربی تہذیب ملک گیری، توسیع تجارت، حصول مال و زر، جہانگیرانہ لوٹ مار اور غرض تمام حیوانی خواہشات کی تکمیل کیلئے جنگ کو جائز سمجھتی ہیں جبکہ اسلام اپنے پیروکاروں کو صرف جنگ کے مہذب طریقہ ہی نہیں بتاتا بلکہ جنگ کے مقاصد کا تعین بھی کرتا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ تشریحی لغط، اردو سائنس بورڈ، اپر مال روڈ، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۹۱۲

۲. L.N. Tandon, International Law, Mansoor Books lahore, 2011, p-634

۳. www.britannica.com/EBchecked/topic/۲۳۵۲۱/war_crime

۴. رضوی، واجد، سید، پیغمبر رحمتؐ، مقبول اکیڈمی انار کلی لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۱۴۷،۱۴۸

۵. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، الجہاد فی الاسلام، ترجمان القرآن لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۲۰۵،۲۰۹

۶. رضوی، واجد، سید، رسول اللہؐ میدان جنگ میں، مقبول اکیڈمی انار کلی لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۲۷۲

۷. سباعی، مصطفےٰ، اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۵۳

۸. ابن کثیر، عماد الدین، ابو الفداء، علامہ، تاریخ ابن کثیر، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۷، جلد ۱۳، ص ۲۴۵،۲۴۹

۹. محمد افضل، میاں، سقوط بغداد سے سقوط ڈھاکہ تک، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۰۸، ص ۵۴،۸۹

۱۰. محمد افضل، میاں، سقوط بغداد سے سقوط ڈھاکہ تک، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۰۸، ص ۵۳۳،۵۴۸

۱۱. انصاری، محمد الیاس، مقدمہ بوسنیا، فیروز سنز لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۵۳

۱۲. سرور، ملک احمد، عالمی افق پر ایک طائرانہ نظر، ماہنامہ ضیائے آفاق ستمبر ۲۰۱۲ء لاہور، ص ۴۱،۴۴

۱۳. ظفر، عبدالرؤف، ڈاکٹر، اسوۂ کامل، ادارہ نشریات لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۶۲۳

۱۴. الزحیلی، وہبہ، ڈاکٹر، بین الاقوامی تعلقات، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ص ۶۴

۱۵. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، الجہاد فی الاسلام، ترجمان القرآن لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۹۸،۱۹۹

۱۶. نقش، عبدالغنی، اسلامی جنگیں، شعیب پبلی کیشنز کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۱۷۱،۱۷۳

۱۷. سراج، منہاج، طبقات ناصری، اُردو سائنس بورڈ لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۸۵ا، جلد ۲

۱۸. محمد افضل، میاں، سقوط بغداد سے سقوط ڈھاکہ تک، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۰۸، ص ۱۴۵،۱۴۶

۱۹. جعفری، رئیس احمد، مولانا، اسلام اور عدل واحسان، ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۵۳

۲۰. رضوی، خورشید مصطفیٰ، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۳۷۷،۳۷۸

۲۱. انصاری، محمد الیاس، مقدمہ بوسنیا، فیروز سنز لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۵۴،۱۰۷

۲۲. لاہوری، مبشر حسین، حافظ، اسلام میں تصور جہاد، دعوت و اصلاح سنٹر لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۲۴۲،۲۴۳

۲۳. www.icrc.org/customary_ihl/eng/docs/v1_cha_chapter32_rule93

۲۴. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، الجہاد فی الاسلام، ترجمان القرآن لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۲۰۰

۲۵. قادری، شمیم حسین، سید، اسلامی ریاست، علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۴۲۴

۲۶. بدخشانی، مقبول بیگ، پروفیسر، تاریخ ایران، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۲۹۰

۲۷. انصاری، محمد الیاس، مقدمہ بوسنیا، فیروز سنز لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۶۵،۷۲

۲۸. ندوی، سید حبیب الحق، پروفیسر، فلسطین اور بین الاقوامی سیاسیات، اکیڈمیہ، یونیورسٹی آف کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۶۳۲،۶۳۴

۲۹. کرناز، مراد، گوانتاناموبے میں ظلم و ستم کے پانچ سال، راحیل پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص ۱۴۸،۱۶۲

۳۰. علی آصف، ۱۱ ستمبر سے ابو غریب جیل تک، ادارہ منشورات اسلامی لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۷۳،۱۷۹

۳۱. الزحیلی، وہبہ، ڈاکٹر، بین الاقوامی تعلقات، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ص ۱۰۶،۱۰۹

۳۲. ظفر، محمود احمد، حکیم، پیغمبر امن ﷺ، مکی دارالکتب لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۴۷

۳۳. ابن کثیر، عماد الدین، ابوالفداء، علامہ، تاریخ ابن کثیر، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۷ء، جلد ۱۰، ص ۵۹،۶۰

۳۴. بدخشانی، مقبول بیگ، پروفیسر، تاریخ ایران، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۲۲۲،۲۲۷

۳۵. ہیرلڈ لیم، چنگیز خان، مترجم عزیز احمد، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۱۱۶،۱۱۸،۱۳۷

۳۶. فرشتہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، المیزان ناشران لاہور، ۲۰۰۸ء، ج ۲، ص ۶۲۶،۶۲۷

۳۷. لاہوری، مبشر حسین، حافظ، اسلام میں تصور جہاد، دعوت و اصلاح سینٹر لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۲۴۳

۳۸. الزحیلی، وہبہ، ڈاکٹر، بین الاقوامی تعلقات، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ص ۳۷

۳۹. نعمانی، شبلی، علامہ، سیرۃ النبی ﷺ، الفیصل ناشران لاہور، ص ۳۵۲،۳۵۳

۴۰. اسرار الحق، اسلام اور مغرب کا تصادم، بیت الحکمت لاہور، ۲۰۰۷ء، ص

۴۱. ابن خلدون، عبدالرحمٰن، علامہ، تاریخ ابن خلدون، نفیس اکیڈمی کراچی، ۲۰۰۳ء ج ۷، ص ۱۴۳،۱۴۶

۴۲. ابن کثیر، عماد الدین، ابو الفداء، علامہ، تاریخ ابن کثیر، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۷ء، جلد ۱۳، ص ۲۴۵،۲۴۹

۴۳. ندوی، مسعود علی، مولانا، تاریخ اسلام، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ص ۴۲،۴۳

۴۴. محمد علی، چودھری، ظہور پاکستان، مکتبہ کارواں لاہور، ص ۳۱۳،۳۱۴،۳۴۶

۴۵. سرور، ملک احمد، عالمی افق پر ایک طائرانہ نظر، ماہنامہ ضیائے آفاق، ستمبر ۲۰۱۲ء لاہور، ص ۴۱،۴۴

۴۶. مالک بن انس، امام، مؤطا امام مالک، کتاب الجهاد، باب النهي عن قتل النساء والوالدان، نعمانی کتب خانہ لاہور، ۲۰۰۶ء، رقم الحدیث ۹۶۰،۹۵۹

۴۷. www.dawanet.com/nonmuslim/intro/index.html

۴۸. چانکیہ، کوتلیہ، ارتھ شاستر، مترجم سلیم اختر، نگارشات لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۵۶۱،۵۲۷

۴۹. مہر غلام رسول، مولانا، تاریخ تہذیب، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ص ۹۰۶

۵۰. آزاد، عباس احمد، قومی آزادی کی تحریکیں، شاہکار بُک فائونڈیشن کراچی، ۱۹۹۲ء، ص ۱۹۷

۵۱. خورشید احمد، پروفیسر، امریکہ مسلم دنیا کی بے اطمینانی، منشورات لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۱۳

۵۲. ساگر، طارق اسمٰعیل، مکتی باہنی سے آپریشن بلیو اسٹار تک، ساگر پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۱۹۲،۱۸۹

۵۳. انصاری، محمد الیاس، مقدمۂ بوسنیا، فیروز سنز لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۴۹

۵۴. الزحیلی، وہبہ، ڈاکٹر، بین الاقوامی تعلقات، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ص ۶۵،۶۲

۵۵. www.avalon.law.yale.edu/subject-menus/lawwar.asp

۵۶. محمد شفیع، میاں، پہلی جنگ آزادی، مکتبہ جمال لاہور، ۲۰۰۸

۵۷. رضوی، مصطفیٰ خورشید، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۱۳۶،۱۳۵

۵۸. علی آصف، ۱۱ ستمبر سے ابو غریب جیل تک، ادارہ منشورات اسلامی لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۲۳،۱۲۲

۵۹. قادری، اخلاق احمد، تاریخ انقلابات عالم، مشتاق بک کارنر لاہور ۲۰۱۰ء، ص ۳۷۴

۶۰. www.en.wikipedia.org/wiki/summary-execution